کیمبرج یونیورسٹی ہال میں معرکۂ ختمِ نبوّت

ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ نے تلاوتِ قرآن مجید سے قادیانیوں کا جلسہ ناکام بنادیا

ابنِ امیر شریعت فاتح ربوہ (چناب نگر) حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ تین مرتبہ برطانیہ کے تبلیغی سفر پر گئے۔ پہلا دورہ ۱۰/نومبر ۱۹۸۵ء تا ۱۱/دسمبر ۱۹۸۵ء، دوسرا ۱۵/ستمبر ۱۹۸۷ء تا ۲۳/دسمبر ۱۹۸۷ء اور تیسرا ۵/دسمبر ۱۹۸۹ء تا ۱۲/فروری ۱۹۹۰ء۔

دوسرے سفر میں شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حکم اور دعوت پر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی تیسری سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس منعقدہ ۲۰/ستمبر ۱۹۸۷ء ویمبلے ہال لندن میں آپ نے ایمان افروز تاریخی خطاب فرمایا۔ وہ تین ماہ برطانیہ میں مقیم رہے اور تیس سے زائد مقامات پر ختمِ نبوّت کے عنوان پر آپ نے خطبات ارشاد فرمائے۔ مجلس احرارِ اسلام کے موجودہ سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور ابنِ ابوذر حافظ سید محمد معاویہ بخاری آپ کے رفقاء سفر تھے۔ اسی دورے میں آپ کیمبرج یونیورسٹی ہال (لندن) میں منعقدہ قادیانیوں کے ایک جلسے میں عرب طلباء کی دعوت پر تشریف لے گئے تھے۔ یہ ''مکالمۂ بین المذاہب'' قسم کا ایک بہت بڑا سیمینار تھا جس میں یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ اور بدھسٹ شریک تھے اور اپنے مذاہب پر تعارفی اور معلوماتی تقاریر کر رہے تھے جب کہ اسلام اور مسلمانوں کی نمائندگی قادیانی دھوکہ باز کر رہے تھے۔ اور اسی مقصد کی خاطر انھوں نے یہ تمام شو ترتیب دیا تھا۔ ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تلاوت کر کے قادیانیوں کے اس شو کو ناکام بنادیا تھا۔ معرکۂ ختمِ نبوّت کے اس عظیم الشان اور ایمان افروز واقعہ کی تفصیل برادرم حافظ سید محمد معاویہ بخاری نے اپنے رسالے ماہنامہ الاحرار کے شمارہ دسمبر ۱۹۹۹ء اشاعت خصوصی بیاد ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں تحریر فرمائی تھی۔ جو قارئین کی نذر ہے۔

''لندن شہر کے معروف علاقہ ''وائٹ چیپل'' کی جامع مسجد جو کہ بنگالی بابوؤں کے زیر انتظام ایک بڑے دینی ادارے کی حیثیت میں موجود ہے، وہاں کے ایک بنگالی عالم حضرت شاہ جی سے ۶/نومبر ۱۹۸۷ء کا جمعہ پڑھانے کے لیے وعدہ لے گئے۔

چنانچہ جمعہ کے روز حسب وعدہ ہم لوگ قریباً بارہ بجے مسجد پہنچے، صوفی محمد رفیق صاحب جہلمی ہمارے گائیڈ تھے۔ نمازِ جمعہ کے بعد مدیر ماہنامہ الرشید، حافظ عبدالرشید ارشد صاحب اور مبلغ ختمِ نبوّت مولانا نذیر احمد بلوچ سے ملاقات ہوئی ان کے علاوہ دیگر کئی معتقدین کے جلو میں ہم اپنے میزبان کی رہائش گاہ پہنچے جہاں پُر تکلف چائے کا اہتمام تھا۔ عصر کی نماز ہم نے وائٹ چیپل کی جامع مسجد میں جا کر ادا کی۔ اس عرصہ میں کیمبرج یونیورسٹی کے چند طلباء کا ایک گروپ وہاں پہنچ گیا جس میں

پاکستان، سوڈان، یمن، مصر، اردن اور شام کے طالب علم شریک تھے۔ ان کی آمد کا مقصد اس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا۔ اتفاقاً ایسا ہوا کہ ایک طالب علم نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کوئی عالم دین موجود ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ قدرے بے تکلفی سے کہنے لگا ہم ایک ضروری کام سے یہاں آئے ہیں۔ اگر ان عالم صاحب سے ہماری بات کرادی جائے تو مہربانی ہو گی، اسی اثنا میں طلبا گروپ کے پاکستانی رکن نے حافظ عبدالرشید صاحب سے کسی قدر تفصیل سے اپنا مدعا بیان کیا تو حافظ صاحب نے انھیں مبارک باد دیتے ہوئے کہا آپ خوش نصیب ہیں کہ آج ایک ایسی شخصیت سے ملاقات کریں گے جو دینی مشن کی نمائندہ ہے۔ یہ باتیں مسجد کے صحن میں ہو رہی تھیں جب کہ عمِ محترم ملنے والوں کے ہمراہ مسجد کے وسیع خوبصورت ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حافظ عبدالرشید صاحب طلبا کے ہمراہ اندر پہنچے اور قدرے بلند آواز سے کہا:

''شاہ جی اللہ نے آج آپ سے ایک کام لینا ہے، کیمبرج یونیورسٹی سے طلباء کا یہ گروپ آیا ہے اور کچھ کہنے کا خواہش مند ہے۔''

عرب نوجوانوں کو دیکھ کر انھیں جس قدر خوشی ہو رہی تھی وہ بیان سے باہر ہے، انتہائی بے تکلفی سے فرمایا ان سے عربی میں ہی بات کروں گا۔ طلباء کے نمائندہ نے جو احوال بیان کیا وہ یہ تھا کہ:

''قادیانی گروپ ہر سال پورے یورپ کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پروگرام ترتیب دیتا ہے جس میں مختلف ادیان و مذاہب کے نمائندوں کو مدعو کیا جاتا ہے، جب کہ مسلمانوں کی نمائندگی یہ لوگ خود کرتے ہیں۔ دینِ متین کی غلط تشریحات وتعبیرات بیان کی جاتی ہیں۔ مرزا قادیانی کو پہلے مصلح اور پھر نبی کی حیثیت سے متعارف کرانے کے لیے تدریجاً گفتگو کی جاتی ہے۔ نوجوان اور لاعلم طلباء کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دو برسوں سے یہ سلسلہ بڑی تیزی وتندی سے جاری ہے۔ عرب نوجوان جس کا نام ''احمد صالح'' تھا۔ نے بتایا کہ پچھلے سال تو ہم نے یہ پروگرام جیسے کیسے ملتوی کرا دیا تھا۔ لیکن اس بار قادیانی پوری تیاری اور رسوخ کے ساتھ اپنا پروگرام منعقد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ ابھی اور اسی وقت ہمارے ساتھ چلیں تا کہ وہاں مسلمانوں کے نمائندہ کے طور پر آپ کو پیش کیا جا سکے۔''

عمِ محترم کا چہرہ اس وقت قابلِ دید تھا۔ جذبات وانبساط کی شدت وآمیزش نے چہرے پر عجیب جلال پیدا کر دیا تھا۔ آنکھوں میں آنسو لیے اور زبان سے الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے...... دینی غیرت سے لبریز جلالی انداز میں فرمایا، اب ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ پھر حافظ عبدالرشید صاحب سے مخاطب ہوئے اور کہا انگریز کی ناجائز اولاد سے نمٹنے کا اللہ نے سنہرا موقع دیا ہے۔ میرے مالک تو لاج رکھ لینا۔

یہ کہتے ہوئے صوفی محمد رفیق صاحب جن کی گاڑی میں ہم لوگ مسجد تک آئے تھے انھیں ساتھ لے کر عمِ محترم گاڑی میں بیٹھ گئے۔ بہت مختصر وقت میں تین چار گاڑیوں کا ایک قافلہ بن گیا اور بغیر وقت ضائع کیے ہم کیمبرج کے لیے

روانہ ہوگئے۔لندن شہر سے کیمبرج کی جانب سفر کرتے ہوئے وہ زیادہ تر خاموش ہی رہےلیکن جب کیمبرج کا علاقہ شروع ہوا تو اچانک پیچھے دیکھا اور مجھ سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے تمھارا ٹیپ ریکارڈر ساتھ ہے نا؟ عرض کیا جی ہاں۔فرمانے لگے آج بہت قیمتی لمحات ہوں گے انھیں ضائع مت ہونے دینا، جو کچھ وہاں ہوا سے ٹیپ میں محفوظ کر لینا۔عرض کیا ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

مغرب کی نماز ہم نے کیمبرج کی مسجد میں ادا کی وہاں اطراف عالم سے تعلیم کے لیے آئے ہوئے، مسلم طلباء کا ہجوم تھا اور جیسے جیسے انھیں شاہ جی کا تعارف ہورہا تھا وہ دیوانہ وار ملنے کے لیے چلے آرہے تھے۔عمِ محترم عرب طلبا سے عربی میں بات کرتے تو وہ خوش ہوجاتے کہ کوئی ان کی بات پوری طرح سمجھ سکتا ہے۔بعد از نماز مختصر مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ کسی قسم کی ہلڑ بازی کیے بغیر بہت خاموشی سے پروگرام میں شرکت کے لیے ہال میں پہنچا جائے اور پھر جیسے جیسے پروگرام بڑھتا جائے گا فیصلے ہوتے رہیں گے۔لیکن ہوا یہ کہ جب ہم لوگ طلباء کے ہجوم کے ساتھ ہال میں داخل ہونے کے لیے پہنچے، مین گیٹ پر کھڑے ہوئے قادیانیوں نے ہمارے اندر جانے پر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ان کا مطالبہ تھا کہ آپ دعوتی کارڈ دکھائیں، جب کہ ہمارا اور طلباء کا مؤقف تھا کہ اعلان کے مطابق یہ عوامی پروگرام ہے جس میں ہر کوئی شرکت کر سکتا ہے۔بالخصوص یہاں کے طلباء کو کوئی نہیں روک سکتا۔ایک قادیانی لڑکا جو مین گیٹ پر پولیس کے حصار میں پناہ لیے ہوئے تھا بضد رہا کہ کسی کو اندر نہیں جانے دینا۔طلباء کے اصرار اور قادیانیوں کے انکار کے باعث خاصا شور وغل برپا ہوگیا تھا جب کہ یونیورسٹی کی انتظامیہ اس قسم کے شور شرابے کی عادی نہ تھی، معاملہ ایک دوسرے کو دھکیلنے تک پہنچا تو مزید کسی گڑ بڑ کے پیش نظر انتظامیہ کو ہتھیار ڈالنے پڑے، اسی اثنا میں گیٹ پر کھڑے قادیانی نوجوان (فرخ) نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے پولیس آفیسر کو متوجہ کیا کہ اس کے پاس کیمرہ اور ٹیپ ہے جو اندر نہیں جانی چاہیے۔

پولیس آفیسر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ اگر اندر جانے کے خواہش مند ہیں تو پھر یہ دونوں چیزیں باہر چھوڑنا پڑیں گی، میں نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ میری قیمتی چیزیں ہیں باہر چھوڑنے کی صورت میں نقصان ہوسکتا ہے۔لہٰذا میں انھیں اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا۔عمِ محترم جو قریب قریب دروازے تک پہنچ چکے تھے مجھے اپنے ساتھ نہ پا کر دوبارہ باہر چلے آئے، دیکھا میں بحث وتکرار میں مصروف ہوں۔پوچھا کیا معاملہ ہے؟ میں نے تمام صورت حال جلدی سے گوش گزار کر دی۔فرمایا! کوئی بات نہیں، یہ چیزیں نہیں آنے دیتے تو نہ سہی لیکن اس پولیس آفیسر سے کہہ دو کہ ہم یہ چیزیں اسی سے وصول کریں گے۔چنانچہ بہت تکرار کے بعد کیمرہ اور ٹیپ پولیس آفیسر جس کا نام ''پال اینڈرسن'' تھا کے سپرد کیں اور طلباء کے ہجوم کے ساتھ ہال میں داخل ہوگئے۔کیمبرج یونیورسٹی کے وسیع ہال کی تقریباً تمام سیٹیں بھر چکی تھیں۔لیکن عمِ محترم کے اکرام میں عرب طلباء اپنی سیٹیں چھوڑ کر عین وسط میں کھڑے ہوگئے اور بلانے لگے کہ شیخ

آپ یہاں آ جائیے۔ یہ منظر اپنی جگہ دیدنی تھا۔ ہر طالب علم کی خواہش تھی کہ شاہ جی اس کی جگہ پر تشریف فرما ہوں۔ دین کی نسبت سے عزت وعظمت ملنے کا ایسا والہانہ انداز ومظاہرہ اہل برطانیہ بالخصوص کیمبرج زدہ مخلوق نے کب دیکھا ہوگا۔ فللّٰہ الحمد کہ اعزاز واکرام کا بیش قیمت تاج میرے خانوادے کے ایک فردِ جلیل کے سر پر سجا۔ یہ نا قابلِ فراموش منظر دیکھ کر فخر وشکر کے جذبات سے آنکھیں چھلک پڑیں۔ قادیانی گروہ کے افراد بھی حیرت سے دیکھتے رہے۔ شاید سوچتے ہوں کہ ایک غریب الدیار مسافر کی ایسی تکریم ان کے کسی قادیانی پادری کے حصے میں کبھی آ سکتی ہے؟ پروگرام کی کارروائی شروع ہوئی، جس میں بدھ، سکھ، ہندو، یہودی اور عیسائی مذاہب کے نمائندے الٹی منطقیں، ادھورے فلسفے، تحریف شدہ آسمانی حوالے، اوتاروں اور گروؤں کی بے ہودہ داستانیں سنا سنا کر رخصت ہوتے رہے اور پھر وہ تاریخ ساز لمحات آن پہنچے جب معرکۂ حق و باطل کا طبل بج اٹھا۔ ایک معروف قادیانی لیڈر (عطاء المجیب) مسلمانوں کی نمائندگی کی دستار سنبھالے خوف وہراس سے جکڑا اِدھر اُدھر دیکھتا کاغذوں کا پلندا لیے مائیک تک آ گیا۔ **لعنة اللّٰہ و الملئکة و الناس اجمعین.**

مرزا قادیانی کی ذریّت البغایا کا ایک فردِ خبیث، صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ ختم نبوت، آخرت کا منکر، گارنٹی شدہ جہنمی، تلاوت قرآن کی جسارت کر رہا تھا۔ ابھی اس نے اپنی مجہول سُر اور کرخت آواز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بعد انا اعطینک الکوثر تک ہی پڑھا تھا کہ غیورِ اعظم، اقلیم نبوّت کے آخری فرماں روا، حبیب کبریا، سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ نسب رکھنے والا غیر مند، اپنے جدّ واَب کی سنت ادا کرنے اٹھ کھڑا ہوا۔

”(ZIP YOUR MOUTH) منہ بند کر مسٹر مجیب...... اب اپنی ناپاک زبان سے تم نے میرے نانا صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے قرآن کو پڑھا تو میں تمھارے جبڑے چیر دوں گا۔“

فضا میں رعد کی دل دہلا دینے والی گرج پیدا ہوئی اور پورا ماحول سکوت کے سمندر میں غرق ہوگیا۔ عمِ محترم کی آواز سے یوں لگا جیسے آسمان پوری قوت سے زمین کے ساتھ ٹکرا گیا ہو۔ بقول سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

بجلیاں ظلم کی گرتی ہوئی رک جائیں گی
اتنی شدت سے مرا رعدِ فغاں کڑکے گا

اس ہیبت ناک کڑک کے بعد ہر شخص اپنے حواس درست کرنے کی سعی میں مصروف تھا کہ ایک بار پھر عمِ محترم کی آواز گونجی لیکن یہ آواز وہ نہیں تھی۔ جو چند لمحے پہلے ہم سن چکے تھے، بلکہ یوں لگا جیسے ریگزارِ عرب کی شب میں کوئی دیوانہ اپنی مستی وسرشاری میں صرف وہ کہہ رہا ہے جو اس کے دل میں ہے اور وہ خواہش مند ہے کہ سرکش ہوا کے جھونکے اس کی دیوانگی کی گواہی دور دور تک پہنچا دیں۔ عمِ محترم قرآن پڑھ رہے تھے۔ میں نے قرآن پڑھتے انھیں سینکڑوں بار دیکھا مگر وہ لمحے...... کیا مثال دوں...... سوچتا ہوں، شاید قاتل المرتدین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یونہی قرآن پڑھا ہوگا؟ یا پھر

فرزانۂ رسول، اشداء علی الکفار، خطاب کے بیٹے عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ کے جہالت مآبوں کو اسی طرح قرآن سنایا ہوگا؟ یا پھر جدامجد، ابوالحسن، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کفار و مشرکین کے روبرو یوں تلاوت کی ہوگی؟

آہ...... گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

جو قرآن شناسا تھے، جو زبان وصوت کے کاری وار سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے ان عربی و عجمی حاضرین و سامعین کی تو چیخیں نکل گئیں۔ لیکن جو بدبخت مشرک و مرتد تھے، راندۂ درگاہ تھے۔ رزق جہنم تھے، مستحق عذاب الیم تھے۔ وہ بھی اس سحر بے اماں سے بچ نہیں سکے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی ششدر، ان کے ذہن مفلوج اور دل؟ دل تو شاید پھٹ جانے کو تھے...... میں نے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جوشِ بیان اور سحر صوت نہ دیکھا نہ سنا۔ لیکن اپنے جدّ واَب کی آبروعمِ محترم سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن پڑھتے سنا بھی اور دیکھا بھی۔ اب میں تصور کرسکتا ہوں کہ عطاء اللہ شاہؒ کا جلالِ خطابت، ان کے لحنِ حجازی کا سحر، کس طرح سماعتوں اور اذہان وقلوب کو تسخیر کرتا ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ جس مالک الملک کا کلام تھا اس نے پڑھنے والے کے گلے میں جہان بھر کی حلاوتیں انڈیل دی تھیں۔ حجازی لے اور حسنی و حسینی ہاشمی خون! اللہ اکبر

عمِ محترم نے ہاتھ بلند کیا اور بائیسویں پارہ سے سورہ احزاب کی آیات ختم نبوّت پڑھنا شروع کیں۔ **الذین یبلغون رسلٰت اللہ** سے **وکان اللہ بکل شئی علیمًا** تک تلاوت کی...... کلام اللہ کی قوتِ تاثیر اپنی جگہ برحق، لیکن اس وقت پڑھنے والے کے جذب وصدق کی توانائیوں کا ظہور بھی خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا نصیب ہوا اور اس طرح کہ برسوں بعد آج بھی ہر لحہ دل و دماغ پر نقش ہے۔ پروگرام کی صدارت ایک انگریز لیڈی میئر کر رہی تھی، اس نے تمام مذاہب کے نمائندوں کی خرافات انتہائی بےزاری و بےتوجہی سے سنیں لیکن جب نزولِ قرآن جیسی کیفیت میں عمِ محترم تلاوت فرما رہے تھے اس نے میز پر پھیلے ہوئے اپنے ہاتھ سمیٹ لیے، اپنا لباس درست کیا، پھر اپنے سرخ دستی رومال کو جلدی سے سر پر اوڑھ لیا اور ہاتھ باندھ کر انتہائی مؤدب طریقے سے قرآن سننے لگی۔ ہال میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کا چہرہ عمِ محترم کی طرف ہی تھا، کچھ دیر کے لیے لوگ پلکیں جھپکنا بھی بھول گئے تھے اور سناٹا ایسا تھا کہ شاید سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز ہر سماعت تک پہنچ جاتی۔ تلاوت ختم ہوئی تو گویا ہال میں بیٹھا ہوا ہر شخص سحر جیسی کیفیت سے باہر آ گیا، میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو دیکھا کون سی آنکھ تھی جو نم نہیں تھی اور کون سی زبان تھی جو سبحان اللہ کے ورد سے معمور نہ تھی۔

عمِ محترم نے تلاوت ختم کی اور ایک بار پھر عطاء المجیب کو پکارا بلکہ للکارا، فرمایا:

''**ایّھا الجاھلون. ھذا ھو القرآن.** مسٹر عطاء المجیب...... سنا تم نے یہ ہے قرآن۔''

عرب نوجوانوں نے یہ سب کچھ زندگی میں پہلی بار دیکھا اور سنا تھا۔ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور بعض تو باقاعدہ ہچکیوں سے رو رہے تھے۔ نعرہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے ان کی حالت دیدنی تھی۔ اے کاش یہ منظر کیمرہ

سے محفوظ اور تلاوت ٹیپ ہوسکتی۔

عطاء المجیب تو بس سکتے کے عالم میں کھڑا ہی رہ گیا...... حقیقت بھی یہی تھی کہ اس کے بعد کہنے کے لیے اس کے پاس بچا ہی کیا تھا۔ مسلم طلباء کھڑے ہوگئے اور عطاء المجیب (GO BAKCK) گو بیک کے نعرے بلند ہونے لگے اور اس شدت سے کہ کان پڑی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہ احتجاجی منظر دیکھ کر پروگرام کی صدر مجلس اپنی جگہ پر کھڑی ہوگئی اور حاضرین سے پوچھنے لگی کہ مجھے بتائیں آپ احتجاج کیوں کر رہے ہیں؟ آپ نے سب لوگوں کو بہت اطمینان سے سنا آخر ان کی بات سننے میں کیا حرج ہے؟

عمِ محترم ایک بار پھر کھڑے ہوئے لیکن رش کے باعث یہ ممکن نہ تھا کہ وہ کسی کو متوجہ کر سکتے چنانچہ کرسی پر کھڑے ہوگئے۔ اللہ نے انھیں قد و قامت عطا کی تھی، اس لیے فوراً ہی سب کی نظریں ان پر مرکوز ہوگئیں آپ نے ہاتھ کے اشارے سے تمام حاضرین کو خاموش کرایا۔ اور پھر براہِ راست لیڈی میئر اور دیگر منتظمین حضرات سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''حضرات محترم اور میڈم! میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ یہ لوگ کون ہیں؟ یہ جو آپ کے پیچھے کھڑے ہیں اور جن کا دعویٰ ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کی حقیقت اس کے برعکس ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ یہ لوگ نہ مسلمان ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے نمائندے۔ میرے پاس اس وقت بھی دستاویزی ثبوت موجود ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ غدارانِ اسلام ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں حکومتِ پاکستان نے انھیں غیر مسلم قرار دے دیا تو ان کے سرغنے دُم دبا کر یہاں بھاگ آئے اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے لگے کہ ان کے ساتھ پاکستان میں ظلم ہو رہا ہے۔

انھیں تحفظات پہلے بھی آپ نے دیے اور اب بھی ان کے محافظ آپ ہی ہیں۔ میرے پاس پاکستان کے قومی اخبارات موجود ہیں اس کے علاوہ برطانیہ میں شائع ہونے والے اخبارات بھی آپ کو دکھائے جا سکتے ہیں جن میں عالمگیر سچائی شائع ہوچکی ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں بلکہ کافر قادیانی ہیں۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ کوئی قانون ایسا بھی ہے جس میں اس بات کی اجازت ہو کہ ایک مسلمان، عیسائیت کا نمائندہ بن کر اپنی مرضی سے عیسائیت کو لوگوں کے سامنے پیش کر سکے؟ یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا۔ تو پھر ہمارے احتجاج پر بری شکلیں کیوں بنائی جا رہی ہیں۔ یہاں جتنے بھی مسلمان موجود ہیں وہ حاضرین میں بیٹھے ہیں اور آپ کے سامنے ہیں اور جو مسلمان نہیں وہ اپنے ہی جیسوں کے ساتھ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں۔ آپ ان کے جلے بھنے مکروہ چہرے دیکھ سکتی ہیں۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ یہ پروگرام عافیت کے ساتھ چلتا رہے تو پھر جو اسلام کا نمائندہ ہے اسے سٹیج پر بلایے تاکہ وہ اپنے مذہب کی حقانیت خود بیان کر سکے۔ اور اگر یہ منظور نہیں تو پھر ہم اس پروگرام کو مزید نہیں چلنے دیں گے امید ہے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہم احتجاج کیوں کر رہے ہیں۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے۔ سوچ لیجیے کیا کرنا ہے ہم نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔''

یہ کہہ کر آپ کرسی سے نیچے اتر آئے، پھر تو یوں لگا جیسے اب کوئی قادیانی زندہ باہر نہیں جا سکے گا۔ ہر طرف ایک عجیب سا شور برپا تھا۔ غیرت مند مسلمانوں کی للکار اور یلغار سے سہمے ہوئے قادیانیوں نے ایک بار پھر اپنے پالنہار انگریز سرکار کی مدد طلب کر لی۔ لیکن تقریب کی صدر نے پروگرام ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

قادیانیوں کو بچانے کے لیے پولیس کی ایک بڑی تعداد ہال میں داخل ہوگئی اور حاضرین کو باہر دھکیلا جانے لگا۔ عمِ محترم نے دروازے کے ساتھ پڑا ہوا ایک بھاری بھرکم صوفہ اپنی خداداد قوت کے بل بوتہ پر سر سے اوپر اٹھا لیا، پولیس یہ سمجھی کہ شاید یہ صوفہ اب ہوا میں اڑتا ہوا سٹیج کی طرف جائے گا۔ چنانچہ اسی اندیشہ کے پیش نظر ایک افسر نے بڑھ کر درخواست کی کہ برائے مہربانی آپ اس کی زد میں کسی کو نہ لائیں۔ عمِ محترم بے اختیار ہنس دیے اور فرمایا اگر میں نے کسی کو مارنا ہوتا تو اس کو اتنی دیر اوپر اٹھائے رکھنے کا تکلف نہ کرتا بلکہ اٹھاتے ہی سٹیج کی طرف اچھال دیتا، میرا یہ مقصد نہیں ہے میں نے تو راستہ بنانے کی غرض سے اس کو اٹھا لیا ہے تاکہ لوگ آرام سے باہر چلے جائیں۔ وہ بے چارہ افسر اس قوت و جسم کے آدمی کی نرم بات سن کر ایک طرف ہو گیا۔

جب ہم لوگ عمِ محترم کی معیت میں ہال سے باہر آئے تو ''پال اینڈرسن'' نامی پولیس افسر بھی رش میں سے جگہ بناتا ہوا ہم تک پہنچ گیا، اس نے ہاتھوں میں ٹیپ سنبھال رکھا تھا کہنے لگا جناب یہ اپنی امانتیں سنبھالیے۔ ایک پولیس مین، عمِ محترم کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر آگے دھکیل رہا تھا کہ جلدی باہر چلیں جائیں۔ عمِ محترم نے اُسے مخاطب کر کے کہا: Don't Push Me (مجھے مت دھکیلو) اس نے کہا: Gentleman Its My Job (معزز آدمی! یہ میری ذمہ داری ہے) طلباء کا ہجوم تھا جو ملنے کے لیے ٹوٹ پڑا تھا، ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ عمِ محترم کے قریب آ کر کھڑا ہو جائے لیکن صورت حال یہ تھی کہ نہ ماندن نہ پائے رفتن۔ رات کا کھانا عرب طلباء نے بڑی منتوں سے اپنے ہاں کھلایا۔

رات تقریباً ساڑھے دس بجے جب ہم ان سے رخصت ہونے کے لیے باہر آئے تو ایک نوجوان نے فرمائش کی: ''شیخ کوئی نصیحت فرماتے جایئے۔''

آپ نے فرمایا:

''دیکھو آج جو کچھ ہوا اس کو اپنے لیے تائید آسمانی سمجھو اور اب ڈٹ جاؤ کہ پھر کبھی یہ لوگ ایسی حرکت نہ کر سکیں۔ اس طرح کے پروگرام تم خود ترتیب دو۔ پھر علماء کو بلاؤ، مجھ عاجز کو یاد کرو گے تو ان شاء اللہ بشرط زندگی میں بھی چلا آؤں گا۔ لیکن ان بدمعاشوں کے پاؤں یہاں مت جمنے دینا۔ یہ دینی غیرت کا تقاضا ہے۔ ہم غیرت مند رسول کی اُمّت ہیں اس لیے بے غیرتی ہمارا شعار نہیں بننا چاہیے۔ اپنے اندر جرأت پیدا کرو۔ تم حق پر ہو۔ پھر ڈر کس بات کا، اللہ تمھاری مدد فرمائے، تمھارا حامی و ناصر ہو، السلام علیکم۔''

عمِ محترم نے بات ختم کی اور اجازت چاہی تو مصافحہ کرنے والوں کی ایک بار پھر لائن لگ گئی۔ کوئی ہاتھوں کو بوسے دے رہا تھا تو کوئی آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان سب کی آنکھیں اس انوکھی ملاقات اور پھر جدائی پر نمناک تھیں۔ گاڑیاں اسٹارٹ ہوئیں اور ہم کیمبرج سے لندن کی جانب روانہ ہوگئے۔

جب تک کیمبرج کی روشنیاں دکھائی دیتی رہیں۔ میں یہی سوچتا رہا کہ اس تاریخ ساز دن کو اور امیر شریعت کے بہادر بیٹے سید عطاء المحسن بخاری کو کیمبرج کے لوگ اور اس کی فضائیں کبھی بھول سکیں گی؟ دل سے یہی جواب آتا رہا، نہیں ہرگز نہیں، کبھی نہیں۔ جب ہم لندن کی جانب محوِ سفر تھے حافظ عبدالرشید صاحب اور مولانا نذیر احمد بلوچ بار بار یہی کہتے رہے:

''شاہ جی! آپ کو مبارک ہو آج اللہ کریم نے حضرت امیر شریعت کی طرح آپ سے بھی اپنے دین کا کام لے لیا ہے۔ آپ کی محنت و لگن قبول ہوگئی ہے۔''

عمِ محترم پر رقت طاری تھی اور ان کی زبان پر استغفر اللہ اور کبھی الحمد للہ کے الفاظ جاری ہو جاتے تھے...... کئی دنوں تک ان پر ایک عجیب سے کیفیت رہی۔ ایک روز میں نے ازراہِ تفنن عرض کیا کہ کیمبرج میں آپ کی تلاوت کے دوران اس لیڈی میئر نے سر پر جو رومال اوڑھا وہ سرخ رنگ کا تھا۔ فرمانے لگے پھر؟ عرض کیا کہ آپ نے اسے بھی احرار بنا ڈالا۔ فرمانے لگے احرار تو خیر اس نے کیا بننا ہے اللہ اسے مسلمان بنا دے۔ وہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائے۔ میری تو یہی دعاء ہے۔

پھر فرمایا اللہ نے باطل کے سامنے حق کہنے کی توفیق دی، ساری زندگی اس کا شکر ادا کرتے گزر جائے تو بھی کم ہے۔ استغفر اللہ میرا کوئی کارنامہ نہیں، اسی کی دی ہوئی توفیق سے یہ سب کچھ ہوگیا۔ فرمانے لگے: ''میں گزشتہ چند روز سے مسلسل ایک خواب دیکھ رہا تھا کہ لندن کے کسی چوک میں کھڑا باآوازِ بلند قرآنِ مجید کی تلاوت کر رہا ہوں۔ آج اس خواب کی تعبیر مکمل ہوگئی۔ الحمد للہ

نفس کے شر سے پناہ کی طلب اور انعام و اکرام پر کلماتِ تشکر کا ادا ہونا بجائے خود ایک بہت بڑی نعمت ہے اور یہ نعمت انھیں تازیست حاصل رہی، حتٰی کہ دم توڑتی ہوئی ان ساعتوں میں بھی جب انسانی حواس مختل ہو جاتے ہیں، نگاہیں پتھرا جاتی ہیں، اس نعمت خاصہ سے متمتع رہے۔

میرا ایمان ہے کہ میرے عمِ محترم نے زندگی بھر جو دینی خدمات سرانجام دیں وہ بارگاہِ الٰہی میں شرف قبولیت پا چکیں۔ اللہ کریم نے انھیں اپنی بے پناہ عنایات سے نوازا، انعامات کی بارش میں بھگویا، عفو و درگزر کی چادر میں لپیٹا اور پابند حکم، نورانیت کے پیکر کو ملائکہ کی معیت میں وہاں بھیج دیا جہاں مؤمنین و صالحین کو پہنچانے کا وعدہ کیا گیا ہے...... اور اب وہ مکینِ خلد بریں ہیں۔ اللّٰھم اغفرلہ ورحمہ وارفع درجات۔ (آمین)